تحریر
مجلہ زبان و ادب
جلد ۰۱ شمارہ ۰۱، ۲۰۲۳

Critical Analysis of “Adab aur Adabi Makalmay”

”ادب اور ادبی مکالمے“ کا تنقیدی جائزہ

Saba Munawar Dogar
Principal, Ummah International College Madina Town, Faisalabad
Correspondence: Sabanida091@gmail.com

Copyright: © 2023 by the authors.

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract
Shafi Aqeel's book "Adab aur Adabi Makalmay" includes interviews with about 31 people. He started it during the period when he worked in the daily "Pakistan". The virtue of this book is that most of the preface presented at the beginning of it consists of letters. The title of the preface is "Makalmay sy Pehly". Shafi Aqeel has included an account of his early life and a beautiful account of moving to Karachi. When Shafi Aqeel moved to Karachi, he started working in the daily "Jang" and Majeed Lahori's "Namakdan". At the same time, he chose the weekly "Chattan" in connection with literary work. The style, diction, presentation of personalities in a beautiful way, and sequence of interview questions are the beauty of the interviews conducted by Shafi Aqeel.

Keywords: Adab aur Adabi Makalmay, Shafi Aqeel, Interview, Style, Diction, Analysis

تحریر
مجلہ زبان و ادب
جلد ۱، شمارہ ۱، ۲۰۲۳ء

شفیع عقیل کی کتاب "ادب اور ادبی مکالمے" میں اکتیس کے قریب لوگوں کے انٹرویو شامل ہیں اور آخری حصہ میں چار مذاکرے ہیں۔ جو انھوں نے اس دور میں شروع کیے جب روزنامہ "پاکستان" میں کام کرتے تھے۔ میر خلیل الرحمٰن کی نگرانی میں باقاعدہ ادبی مذاکروں کا آغاز کیا اور ان مذاکروں کو بھی اس کتاب میں شامل کیا۔ اس کتاب کی خوبی یہی ہے کہ اس کے آغاز میں جو دیباچہ پیش کیا گیا، اس کا زیادہ تر حصہ خطوط پر مشتمل ہے۔ دیباچہ کا عنوان "مکالمے سے پہلے" ہے۔ اس دیباچہ کے آغاز میں شفیع عقیل نے اپنی ابتدائی زندگی کا احوال اور کراچی میں منتقل ہونے کا خوبصورت احوال شامل کیا ہے۔ شفیع عقیل جن دنوں کراچی منتقل ہوئے تو انھوں نے روزگار کے لیے روزنامہ "جنگ" اور مجید لاہوری کے "نمکدان" میں کام شروع کیا۔ اسی دوران ادبی کام کے سلسلے میں ہفت روزہ "چٹان" کا انتخاب کیا۔ ہفت روزہ "چٹان" کے متعلق ان کا ماننا تھا کہ:

> "اس زمانے میں "چٹان" کا واقعہ طوطی بولتا تھا اور آغا شورش کاشمیری کی ادبی اور سیاسی شخصیت کی وجہ سے اس کی شہرت و مقبولیت ہر طرف تھی۔"(۱)

شفیع عقیل نے باقاعدہ طور پر "کراچی کی ڈائری" کا آغاز کیا اور سلسلہ وار ادبی شخصیات سے انٹرویو کیے۔ انھوں نے انٹرویو کے سلسلہ کے لیے جو سوالات تیار کیے وہ اس لیے بھی اہمیت کے حامل ہیں کہ آنے والے وقتوں میں دانش وروں کے خیالات و افکار تحریری صورت میں محفوظ ہو جائیں تاکہ بعد از ان نئے آنے والے ادبی دوستوں کے کام آسکیں۔

شفیع عقیل نے جس دور میں انٹرویو کا سلسلہ شروع کیا تو اس دور میں بھی انٹرویو لینے والوں کی کثیر تعداد ہوتی۔ شفیع عقیل نے ان انٹرویوز کے سلسلہ کو توڑ کر اس کے اندر نئی جان پیدا کر کے ادبی دنیا میں ایک حوالہ کے طور پر پیش کر دیا۔ انھوں نے جن شخصیات کا انتخاب کیا، در حقیقت وہ اپنے دور کے نامور اُردو دان تھے۔ انٹرویوز کے بارے میں شفیع عقیل نے جو نظریہ پیش کیا، اس کو اپنے دیباچہ میں یوں بیان کرتے ہیں:

> "ہر ایرا غیرا انٹرویو کرتا ہے اور ہر نتھو خیرے کا انٹرویو چھاپ دیتا ہے۔ اس سے معیار اور وقار کا حشر ہو رہا ہے۔"(۲)

شفیع عقیل نے دیباچہ میں شورش کاشمیری نے ان خطوط کو شامل کیا، جو خطوط شورش کاشمیری نے شفیع عقیل کو لکھے۔ ان خطوط کو شامل کرنے کا مقصد ہی ہے کہ وہ شفیع عقیل کے انٹرویوز کے بارے میں کیا خیال رکھتے تھے انھوں نے شفیع عقیل کے انٹرویو پر اپنا تبصرہ کس انداز میں پیش کیا ہے۔ شفیع عقیل نے "چٹان" کے لیے جو انٹرویو کیے یا ان کو جب چٹان میں شائع کروائے تو اس دوران مصنفین کا

تحریر
مجلہ زبان و ادب
جلد ۱۰ شمارہ ۰۱، ۲۰۲۳

تعارفی خاکہ بھی شامل کرتے، مگر کتاب میں جتنے بھی انٹرویوز شامل ہیں، کسی ایک میں بھی وہ تعارفی خاکہ موجود نہیں ہے۔ انھوں نے تعارفی خاکہ کو اس لیے ضائع کر دیا کہ شاید وہ کتاب کا وزن برقرار نہ رکھ سکیں۔ تعارفی خاکہ کو نکالنے کی وجہ انھوں نے اپنے دیباچہ میں یوں بتائی ہے:

> "اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خاکہ یا سراپا طنزیہ و مزاحیہ انداز میں ہوتا تھا اور کتاب میں شامل انٹرویوز کی زیادہ تر شخصیات اب اس دنیا میں نہیں ہیں، ان کے بارے میں طنزیہ اور مزاحیہ عبارت دینا مناسب نہیں ہے۔ اس لیے صرف انٹرویوز پر اکتفا کیا ہے۔"(۳)

شفیع عقیل نے اپنے دیباچہ میں شورش کاشمیری کے طنزیہ کالم "قتل قتلے" کا تذکرہ کرتے ہیں۔ کاشمیری ترقی پسند تحریک کے خلاف تھے۔ مخالفت کی وجہ کیا ہے؟ یا کن وجوہات کے تحت دونوں کے درمیان مخالفت ہوئی، اس بارے میں نہ تو شفیع عقیل نے کھل کر بات کی اور نہ ہی کوئی اشارہ دیا۔ جن دنوں شفیع عقیل لاہور آنے کی خواہش کر رہے تھے تو شورش نے خط لکھا۔ اس خط کو شفیع عقیل نے اپنے دیباچہ میں بیان کیا۔ خط ملاحظہ کیجیے:

> "وجہ یہ ہے کہ ترقی پسند مصنفین کے نام پر انجمن ستائش باہمی کا جو سانچہ بنا ہوا ہے۔ اس کے مقصدی ارکان کو چرخ ہفت زمیں پر بٹھانا مناسب نہیں۔ باقی میں آپ سے زبانی عرض کروں گا۔"(۴)

شفیع عقیل پر جن افسانوی مجموعہ پر مقدمہ چلا وہ "بھوکے" تھا۔ آخر "بھوکے" پر ہی کیوں مقدمہ بنا۔ اس مقدمے میں جن شخصیات نے گواہی دی، ان کے بارے میں اپنے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ:

> "۱۹۵۴ء میں جب مرے افسانوی مجموعے "بھوکے" پر پنجاب میں مقدمہ چلا تو میری طرف سے صفائی کے گواہوں میں مولانا عبدالمجید سالک، سعادت حسن منٹو اور تیسرے آغا شورش تھے۔"(۵)

شفیع عقیل نے اپنے دیباچہ میں اول سے آخر تک تمام مسائل کو مختصراً بیان کر دیا۔ اس دوران ان کو جو مشکلات پیش آئیں یا جو مسائل درپیش ہوئے ان کے سبب پیدا ہونے والے تمام تر احوال کا تذکرہ شامل کیا۔ شفیع عقیل کے انٹرویوز کی خاص بات یہ ہے کہ انھوں نے جو انٹرویوز کیے ان کو ادبی پرچے کی محدود اور مخصوص جگہ کو مدِ نظر رکھ کر ہی کیے جاتے۔ تاکہ وہ انٹرویو اس پرچے کی مکمل جگہ پر پورا ہو جائے۔ انھوں نے نامور ادبی شخصیات کے افکار و نظریات جو شامل کیا وہ اگر آج مطالعہ کیے جائیں تو یقیناً اس دور کے ادب اور ادبی

تحریر
مجلہ زبان و ادب
جلد ۱۰ شمارہ ۰۱، ۲۰۲۳

صورت حال، سیاسی مسائل اور اس زمانے میں ادب میں جمود کا مسئلہ کے بارے میں مکمل جان سکتے ہیں۔ بعد ازاں شفیع عقیل نے ان تمام تر انٹر ویوز کو کتابی شکل دی۔

کسی شاعر یا ادیب کے خاص طرز تحریر کو اسلوب کہتے ہیں۔ جو اس دور کے دیگر ادیبوں یا انشاپردازوں سے ممتاز یا کسی حوالے سے منفرد ہو۔ کسی دور یا زمانے کے مسلمہ لب و لہجہ اور ڈکشن کا حامل اندازِ تحریر اُس دور کا اجتماعی اسلوب کہلاتا ہے۔

شفیع عقیل کا اسلوب دلکش ہے۔ اندازِ بیان خطابیہ اور بلند آہنگ ہے۔ مگر بلند آہنگ اور انقلابی ہونے کے باوجود پُر درد ہے اور سچے فنکار کا خلوص جھلکتا ہے۔ شفیع عقیل نے اپنے سادہ انداز میں جو سوالات مصنفین کے سامنے رکھے اور ان کے جوابات کو جس سادگی کے ساتھ اپنی کتاب میں پیش کیا یقیناً ان کے لفظ بہ لفظ فن کار کی سچائی اور بیان کی سادگی غالب ہے۔

اپنے اسلوب میں شفیع عقیل نے جذبات و احساسات اور تکنیک کے تنوع سے جو سماں باندھا ہے وہ دھنک رنگ منظر نامہ پیش کرتا ہے۔ ان کی خاص بات یہی ہے کہ انھوں نے ۱۹۵۳ء اور ۱۹۵۴ء کے دوران جو انٹر ویوز کیے ہیں۔ ان تمام انٹر ویو کی تفصیلی وضاحت انٹر ویوز کے آغاز میں کر دی ہے۔

آغاز میں انھوں نے تاریخ اور مقام کا بھی تذکرہ کیا ہے جو قاری کے لیے آسانی پیدا کی، تاکہ قاری دوران مطالعہ اس دور اور اس دور کے ماحول اور ادب کی نوعیت کو سمجھ سکے۔ اور جن جن شخصیات سے انٹر ویو کیا، ان کے بارے میں ذکر کیا ہے۔ شفیع عقیل نے جن ادبی لکھاری سے انٹر ویو کیا انھوں نے ان کی تفصیل کو بھی بیان کیا مثلاً:

> ”صاحبِ طرز ادیب، منفرد انشا پرداز اور اُردو زبان و ادب کے محسن مولانا صلاح الدین کا یہ انٹر ویو
> ۱۹۵۴ء میں قلم بند کیا گیا۔“(۶)

آپ یہی خوبی جو شفیع عقیل کے ہاں ملتی ہے وہ ان کی سوچ کا بیانیہ ہے جو انھوں نے آغاز میں مختصر تعارف دیا، تاکہ پڑھنے والا قاری ان کی صنفِ ادب سے بھی واقف ہو جائے۔ انھوں نے افسانہ نگاروں، شاعروں، تنقید نگاروں، صحافیوں اور محققین کے علاوہ چار انٹر ویو فن کاروں کے بھی کیے ہیں۔ ان کے اسلوب کی خاص بات یہ ہے کہ قاری کے شعور کو واحد تاثر کی نعمت سے مالا مال کر کے فہم و ادراک کے لطیف جذبات و احساسات کو جگاتے ہیں۔

شفیع عقیل جو ادب اور ادب میں جمود کے علاوہ ہمارا ادبی نظریہ کے متعلق سوال قریب قریب تمام ادیبوں، شاعروں اور نقادوں سے کیا ہے اور اس طرح سبھی کی سوچ اور فکر اور نظریہ کو پیش کیا تاکہ قاری جب ان کی کتاب کا مطالعے کرے تو وہ اس سوال کو

تحریر
مجلہ زبان وادب
جلد۱۰ شمارہ۰۱، ۲۰۲۳

سبھی ایک نظریہ کے مطابق سمجھے۔ وہ کسی ایک کے جواب کو درست ماننے کی بجائے دیگر کے نظریات کو بھی بغور سمجھے۔ شفیع عقیل نے چند بنیادی اور اہم سوالات اس لیے تیار کیے ہیں کہ علم وادب سے تعلق رکھنے والے ادیبوں سے بنیادی باتیں دریافت کی جا سکیں۔ ادبی جمود کے بارے میں مختلف شخصیات کے نظریات پر غور کیجیے۔

عزیز احمد کا نظریہ دیکھیے:

> "ادب کو کوئی خارجی قوت تو متاثر کرے گی نہیں، اس لیے وقت کے ساتھ ادبی جمود اپنے آپ ہی ختم ہو جائے گا۔ لکھنے والوں کا کام صرف لکھنا ہے، انھیں لکھتے رہنا چاہیے، جمود وغیرہ وقتی ہوتا ہے۔"(۷)

اب مرزا ادیب کا نظریہ "ادبی جمود" دیکھیے:

> "جمود سے میری مرادی یہ نہیں ہے کہ ادب پیدا ہی نہیں ہو رہا۔ سب کچھ لکھا جا رہا ہے لیکن بیش تر ادب ایسا ہے جس میں جان نہیں، کہا جاتا ہے کہ ادب قنوطیت زدہ ماحول کی پیداوار ہوتا ہے۔ میں اس نقطہ نظر کو حقیقت کے بالکل خلاف سمجھتا ہوں۔ آج تک دنیا میں جتنا بڑا ادب پیدا ہوا وہ سب ایسے ماحول میں پیدا ہوا ہے۔ جہاں زندگی کی قدریں متعین ہو چکی تھیں۔"(۸)

انھوں نے ادبی جمود پر مصنفین کے نظریات کو پیش کیا شفیع عقیل کی یہ نفسیاتی سوچ کا بیان ہے کہ انھوں نے بنیادی سوالات کر کے ہر ایک کا نظریہ پیش کرنے کی کوشش میں ہیں۔ آج اگر قاری ان کی کتاب کا مطالعہ کرے تو وہ اُس دور کے ادب اور ادبی مسائل کو مکمل طور پر جان سکتا ہے۔ خاص طور پر اُس دور میں تخلیق ہونے والا ادب اور فن کاروں کے متعلق مکمل جانکاری حاصل کر سکتا ہے۔

شفیع عقیل کے ان سوالات میں کسی طرح کا الجھاؤ محسوس نہیں ہوتا۔ انھوں نے جوابات کو سیدھے سادھے الفاظ میں پیش کیا ہے۔ ان جوابات کی عبارت رواں اور عام فہم استعمال کی گئی ہے۔ انھوں نے انٹرویوز کو اس انداز میں پیش کیا تاکہ قاری بآسانی ان کا مطالعہ کرنے کے بعد ان تمام نظریات کو سمجھ سکے۔

ان کا بنیادی سوال نظریہ ادب، ادب اور سیاست، ادب میں گروہ بندی رہا ہے اور تقریباً ہر ایک سے انٹرویو میں یہی سوال پوچھا گیا۔ دراصل شفیع عقیل کا نکتہ نظریہ یہی رہا ہے کہ ادب میں بنیادی سوال یہی ہیں جس کے بارے میں ہر ایک سے جاننا ضروری ہے تاکہ ادب اور سیاست کے مابین تعلق یا ادب کو سیاست سے دور رہنا ضروری ہے۔ اس حوالے سے انھوں نے تمام نظریات کو قلم بند کیا۔ انھوں

تحریر
مجلہ زبان و ادب
جلد ۱، شمارہ ۱، ۲۰۲۳

نے قدیم روایات یا قدیم اسلوب سے ہٹ کر نئے اسلوب کو پیش کیا۔ انھوں نے انٹرویو میں وہ انداز اختیار کیا ہے جو انداز انٹرویو دینے والوں کی گفتگو کا تھا۔ انھوں نے مشکل اور ثقیل الفاظ قطعاً استعمال نہیں کیے۔

شفیع عقیل نے انٹرویوز میں تمام تر شخصیات سے ایک ہی نوعیت کے سوال پوچھے، بعض شعراء سے انھوں نے نظم اور غزل کے متعلق سوالات کیے تو بعض سے ادب کو سیاست سے الگ رہنے کے حوالے سے۔ یہ ان کی نفسیاتی سوچ کا عکس ہے، جس کی حقیقی تصویر سوالات کی نظر میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ان سوالات میں ناقدین، شعراء، ناول نگار افسانہ نگاروں کی ادب کے بارے میں فکری اور نظریاتی سوچ کا بیان واضح کیا گیا۔ بعض انٹرویو تو انھوں نے غیر ملکی شخصیات سے بھی کیے۔ غیر ملکی شخصیات سے جو انٹرویو کیے، ان میں سوالات کی کثیر تعداد تو پاکستانی ادب کے متعلق ہے اور پاکستانی ثقافت کے علاوہ پاکستانی تاریخ، اُردو گرائمر کے حوالے سے تھے۔ ان شخصیات کے انٹرویوز کا مقصد ہی ان شخصیات کے نظریات اور پاکستانی ادب، ثقافت اور تاریخ کے متعلق خیالات کو جان سکیں۔ ان انٹرویوز کی زبان سادہ اور آسان تھی۔ غیر ملکی شخصیات کے انٹرویوز بھی اُردو زبان میں ہی تھے۔ ان کا اسلوب اس قدر عام فہم رہا کہ ان کا مطالعہ سے ہی بات کو بآسانی سمجھا جاسکتا ہے۔ اسلوب کا دلکش انداز ہان مارک کے جواب سے لگا سکیں:

> "ہان مارک صاحب نے "اُردو گرائمر" بھی لکھی ہے۔ انھوں نے یہ گرائمر جرمن زبان میں لکھی ہے اور ان کے ساتھ ہی جرمن کی مشہور محقق خاتون این میری شمیل نے سندھی زبان کی گرائمر کو جرمن میں منتقل کیا۔"(۹)

شفیع عقیل کے اسلوب کے متعلق کہتے ہیں:

> "ان کے اسلوب میں جدت اور تنوع کی جو کیفیت ہے، اس کے اثرات دور رس ہیں۔ وہ اپنی تحریروں کے ذریعے عصری آگہی کو پروان چڑھانے کے آرزومند تھے۔"(۱۰)

شفیع عقیل کی اس تخلیق نے فن و ادب میں نئی تاریخ رقم کی ہے۔ اب ان کے یہ انٹرویوز بھی ادبی تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔ ان کی دیگر کہانیاں بھی انھوں نے اپنا اسلوب سادہ رکھا تاکہ علم و ادب سے تعلق رکھنے والے ان کی تخلیقات کا مطالعہ کر کے ان کے نظریات، خیالات اور دیگر ناقدین کے نظریات کو سمجھ سکیں۔

شفیع عقیل کی یہ بھی خوبی رہی کہ انھوں نے جس سے انٹرویو کیا، وہ ان کی دلچسپی اور موضوع کی پسند کو مدِ نظر رکھ کر کیا۔ پروفیسر ڈاکٹر این میری شمیل سے جب انٹرویو کیا تو اس وقت انھوں نے ان سے اقبال کے متعلق سوال کیا تو جواب میں اپنے شمیل نے بتایا کہ:

تحریر
مجلہ زبان و ادب
جلد ۱۰ شمارہ ۱، ۲۰۲۳ء

"اقبال کی شاعری میں یوں تو بہت سی خوبیاں ہیں مگر سب سے بڑی خوبی جو مجھے دکھائی دی وہ یہ ہے کہ انھوں نے کلاسیکی علامات اور استعارات کو نئے معنون میں استعمال کیا ہے۔"(۱۱)

شفیع عقیل کی یہ خوبی ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب "ادب اور ادبی مکالمے" میں جو انٹرویوز شامل کیے ہیں۔ ان کے آغاز میں تعارفی خاکہ پیش کیا ہے۔ تعارفی خاکہ کے سبب یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انٹرویو شاعر، ناول نگار اور افسانہ نگار کے علاوہ کس کا ہے۔ انٹرویو کا آغاز کرتے ہوئے انٹرویو لینے کی تاریخ، جگہ کا نام اور اس شخصیت کے بارے میں تفصیل شامل ہے۔ شفیع عقیل نے جب آغاز میں انٹرویوز شروع کیے تو انھوں نے ان انٹرویوز کے آغاز میں مکمل خاکہ شامل کیا۔ مگر اس کتاب میں انٹرویو کے آغاز میں جو خاکہ شامل ہے وہ مختصر سا ہے۔ اس بارے میں شفیع عقیل کا ماننا تھا کہ:

"مطبوعہ تراشوں کی صورت میں اور غیر مطبوعہ تحریری شکل میں۔"(۱۲)

انھوں نے جہاں شاعروں، نقادوں کا انٹرویو کیا وہی انھوں نے موسیقاروں و سارنگی نواز سے بھی انٹرویو کیا۔ ان فن کاروں کے انٹرویو بھی انھوں نے انہی دنوں کیے، جن دنوں دیگر شخصیات سے کیے گئے۔ ان کے انٹرویو کی حقیقی وجہ یہی ہے کہ ان کے فنونِ لطیفہ کے متعلق جان سکیں۔ ان کا بھی تعارفی خاکہ پیش کیا گیا۔ استاد بندو خان سے جب انٹرویو کیا تو اس کو بعد ازاں اپنی کتاب میں شامل کیا۔ استاد بندو خاں کا تعارفی خاکہ پیش کرنے سے قبل ان کی تاریخ وفات اور تاریخ پیدائش کا تذکرہ انٹرویو کے آغاز میں تعارفی خاکہ کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

"برصغیر پاک و ہند کے نام ور موسیقار سارنگی نواز۔"

انٹرویو کی تاریخ اشاعت اور اخبار اور اس کے ایڈیشن کے بارے میں لکھتے ہیں:

"۳۱ جنوری ۱۹۵۵ء کے روزنامہ "جنگ" کراچی میں شائع ہوا تھا۔"

بعض انٹرویو ایسے بھی شامل کیے کہ جن کا تعارفی خاکہ مکمل تفصیل سے ان کتاب میں شامل کیا، مگر بعض انٹرویوز میں سرسری طور پر شامل کیا گیا۔ شفیع عقیل کی یہ خوبی ہے کہ انھوں نے وقت کی مناسبت اور جگہ کی تعین کرتے ہوئے مواد کو شامل کیا، جہاں ضرورت ہوتی وہاں انھوں نے مکمل تفصیلی خاکہ پیش کیا۔ استاد بندو خان سے انٹرویو لینے گئے تو اس سے ملاقات کا مکمل احوال خاکہ کی صورت میں پیش کیا۔ چند احوال ملاحظہ:

"ذرا انھیں بلا دیجیے۔ میں نے قدرے بے تابی سے کہا

تحریر
مجلہ زبان وادب
جلد۱۰ شمارہ۰۱، ۲۰۲۳

ارے یہی تو ہیں استاد بندو خان۔ میرے ساتھی نے مجھے زور سے کہنی ماری۔

اوہو معاف کیجیے گا۔ مجھے معلوم نہ تھا۔"

اب مختصر گفتگو کا خوب صورت اور سادہ الفاظ میں بیان اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے ہاں ربط وہ قائم ہے۔ تعارفی خاکہ کا مسلسل ربط قائم ہے۔ قاری جب ان کے تعارفی خاکہ کا مطالعہ کرتا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ ان کے ساتھ مل کر انٹرویو لینے کے لیے تیار کھڑا ہے۔ ان کے اسلوب کی یہی خوبی ہے کہ ان اندازِ تحریر قدرے مختلف ہے۔ ان کے انٹرویوز میں ناقدین کے خیالات شامل ہیں۔ ان کے انٹرویوز میں تنقید کے عناصر بھی ملتے ہیں کسی ادب پارے یا فن پارے کے محاسن اور مصائب کی قدر شناسی یا اس کے بارے میں حکم لگانا یا فیصلہ صادر کرنا ہے۔ دوسرا یہ کہ شفیع عقیل نے دوسروں کے کارناموں اور خیالات کو ظاہر کیا ہے۔

شفیع عقیل نے انٹرویوز کے آغاز میں جو سوالات کی ترتیب تیار کی وہ تمام ایک ہی نوعیت میں ہیں۔ انٹرویو سے قبل جو اصول و ضوابط قائم ہیں وہ پورے دکھائی دیتے ہیں۔ انٹرویو سے قبل اس بات کو طے کرنا ضروری ہے کہ ترقی پسندی، جدیدیت، مابعد جدیدیت یا ادب کے بدلتے ہوئے رجحان کی وجہ یا ادبی مسائل، ادب کا نظریہ ادب اور سیاست، ہمارا ادب، ادب میں جمود وغیرہ کے عنوان پر ان کے مطابق لوگوں سے انٹرویوز کیا جائے اور یہی کام شفیع عقیل نے بھی کیا۔

بعض سوالات کی ترتیب تمام اہل قلم سے ایک جیسی رہی اور بعض سے قدرے مختلف رہی۔ جن فن کاروں (موسیقار، سارنگی ساز) سے انٹرویو کیے، ان سے سوالات بھی انہی کے اعتبار سے کیے۔ دورانِ انٹرویو جن شخصیات سے انٹرویو میں سوالات کیے گئے تو جواب میں ان کے خیالات اپنے تبصرہ اور تجزیہ کے مطابق شامل رہے۔

انٹرویو میں جس زبان کا استعمال ہونا ضروری تھا انھوں نے سوالات میں وہی عوامی زبان استعمال کی۔ جس طرح موسیقار سے سوال کیا کہ "آپ جب کوئی دھن بناتے ہیں تو اپنے اوپر کس طرح کا موڈ طاری کرتے ہیں۔" یہ انداز عوامی ہے کیونکہ اگر ایک نقاد، شاعر یا فن پارہ تخلیق کرنے والے سے کوئی سوال کیا جاتا تو اس کا اندازہ اور سوال کی نوعیت قدرے مختلف ہوتی۔

انھوں نے انٹرویو کے سوالات اور ان کے سوالوں کے جواب میں بھی وہی زبان استعمال کی جو جواب دینے والے نے استعمال کی۔ انٹرویو میں وقت اور باتوں کے علاوہ۔ شفیع عقیل نے زبان پر بھی خاص دھیان دیا۔ دورانِ انٹرویو طور طریق، انداز، ادا اور جواب کے ردِ عمل کا بھی بیان کر دیا۔ مناظر عاشق ہرگانوی کی کتاب "مشاہیر ادب سے مصاحبہ" میں جن شخصیات سے انٹرویو کیے ان کا تاثر بھی دیکھنے

تحریر
مجلہ زبان وادب
جلد ۱۰ شمارہ ۱، ۲۰۲۳ء

کو ملا۔ مگر جو تاثر شفیع عقیل نے پیش کیا یقیناً وہ دوسروں سے مختلف ہے۔ اب جتنے بھی مصاحبے منظرِ عام پر آ رہے ہیں، ان تمام کو اگر پرکھیں تو ان میں شفیع عقیل کے سوالات کا ذائقہ نظر آتا ہے۔

شفیع عقیل نے جو سوالات کو واضح کیا، ان سوالات کی بدولت دورِ حاضر اور آنے والے دور کے ادب دوست انہی سوالات کی بدولت ادبی ماحول اور ادبی مسائل کو سمجھنے کی کوشش کی۔ انٹرویو یہ کتاب مرتب کرنا ایک منفرد کام ہے۔ یہ کام اپنے ساتھ ایک نیا موضوع اور اپنا اسلوب لے کر حاضر ہوا ہے۔

شفیع عقیل کے سوالات کی ترتیب دیکھیے:

ادبی تحریک کا سبب کون سے واقعات ادب میں آپ کا پیرو کون ہے۔ ادب کو سیاست سے الگ رہنا چاہیے۔ ہمارا نظریہ ادب کیا ہونا چاہیے۔ ادب میں جمود ہے یا نہیں۔

اب ان سوالات کی ترتیب کو دیکھیے، یہ وہ سوالات ہیں جو انھوں نے تمام شخصیات سے کیے۔ اب جو تنقید نگار تھے ان سے تنقید کے متعلق۔ افسانہ نگاروں سے پسندیدہ افسانہ نگار افسانہ کے متعلق خیال ناول نگاروں سے ناول کے متعلق اور شعراء سے نظم اور غزل کے متعلق سوالات کیے۔ ان تمام سوالات کی ترتیب اور سوال نامہ کو بہت احسن طریقے سے پیش کرنے میں خاصی مہارت حاصل رہی۔ جن موضوعات پر شفیع عقیل نے سوالات کیے۔ ان سوالات کے متعلق اُن کو خود بھی مکمل معلومات حاصل تھی۔ اسی طرح جب کسی موضوع پر بات چل نکلی تو شفیع عقیل اسی جواب میں پھر کوئی نیا سوال نکال لیتے۔ اب جواب دینے والے کے سامنے ایک نیا سوال آ جاتا اور وہ اس کے مطابق سوچ و بچار کے بعد جواب دیتا ہے۔ شفیع عقیل کے سوالات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو زبان و بیان اور زبان کے متعلق گہری دلچسپی ہے۔ انھوں نے شخصیات کی زبان کو من و عن ہی پیش کیا۔ اور ان کے نظریات اور فکری انداز کو اسی طرح بیان کر دیا۔ شفیع عقیل کے ہاں بعض سوالات دوسرے ناقد سے مختلف ہیں۔ تنقید نگار جن عسکری سے جو سوالات کیے، ان میں بعض سوالات ایسے ہیں جو حسن مجتبیٰ سے کیے گئے اسی طرح شاہد احمد دہلوی اور ممتاز حسین سے جو سوال کیے وہ مختلف نوعیت کے تھے۔

شفیع عقیل کے انٹرویو کی خاص بات ہی سوالات ہیں۔ تنقید نگاروں سے ان کا سوال ہی رہا کہ کامیاب تنقید نگار کون ہے۔ اب اس ایک ہی سوال میں شخصیات کے نظریات الگ الگ تھے۔ حسن عسکری کا نظریہ تنقید پر جواب ملاحظہ:

"فراق کو کامیاب تنقید نگار سمجھتا ہوں۔"(۱۳)

شاہد احمد دہلوی کا نظریہ کامیاب پر جواب کو اسی سادہ اور عام فہم میں یوں پیش کیا:

تحریر
مجلہ زبان و ادب
جلد ۱۰ شمارہ ۰۱، ۲۰۲۳

"پاکستان میں محمد حسن عسکری ہیں اور ہندوستان میں کلیم الدین احمد۔ ان دونوں نے کچھ پڑھا لکھا بھی ہے اور کچھ کام کی باتیں بھی کہتے ہیں۔"(۱۴)

تنقید چونکہ ادب کا اہم ترین حصہ تصور کیا جاتا ہے۔ تنقید ہی کی بدولت ادبی صنف کو پرکھا جاتا ہے۔ ادبی صنف میں فن کار کی فنی خوبیوں اور خامیوں کا اصل بیان تنقید کی بدولت ہی دیکھا جاسکتا ہے۔ شفیع عقیل نے مجتبیٰ حسین کے نزدیک کامیاب تنقید نگار کے متعلق جو خیال دیا، اس کے مطابق مجنوں نے جو تنقیدی زبان دی ہے ان کی تنقیدوں میں جو مطالعے کا شغف ہے اور فراق کی دیدہ وری، ان دونوں کو اگر کسی صورت سے ملا دیا جائے تو اس دور میں اُردو کا سب سے بڑا ناقد پیدا ہو سکتا ہے۔

بہت کم ایسے انٹرویوز نظروں سے گزرے ہوں گے۔ جس میں کسی ایک شخصیت سے ان کے صنف کے اعتبار سے ہی سوالات کیے جائیں مگر بعض دفعہ تو ایسا ہوتا ہے کہ کسی ادبی شخصیت سے انٹرویو کیا جائے تو ان سے سوالات بھی اسی معیار میں کرنے کی بجائے تمام ادبی اصناف پر سوال کیے جاتے ہیں۔ شفیع عقیل نے اس مکتبہ کو مدِ نظر رکھا اور معروف شخصیات جس میں شاعر، ناول نویس، افسانہ نگار، صحافی، تنقید نگار اور فن کار سے سوالات انہی کے معیار کے مطابق کیے گئے ہیں۔

شفیع عقیل نے جہاں تنقید نگاروں سے مختلف موضوعات پر سوالات کیے وہی انھوں نے ناول نگاروں سے اسی صنف کی بدولت سوالات کیے۔ اب یہ ممکن تو نہیں کہ ناول نگاروں سے تنقید پر بحث کرنے کو کہا جائے۔ جس فن کار کو جس فن پارہ پر مہارت حاصل ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اس سے اس کی صنف کی بدولت سے سوالات کیے جائیں۔ اب قرۃ العین حیدر سے اس دور میں لکھے گئے ناول کے متعلق ہے اور مرزا سوال کے ناول "امراؤ جان ادا" کے متعلق پوچھا تو جواب میں انھوں نے بتایا کہ:

"امراؤ جان ادا سب سے اچھا ناول ہے۔ اس کو دیکھتے وقت ہمیں یہ بھی اپنے ذہن میں رکھنا پڑے گا کہ وہ آج سے پچاس سال پہلے کا ناول ہے۔"(۱۵)

سوالات کا یہی معیار شفیع عقیل کی خوبی ہے اور ان کے اسلوب میں دلکشی اور دلچسپی کا باعث بنتے ہیں۔ ان کی کتاب "ادب اور ادبی مکالمے" اسلوب کے حوالے سے دلچسپ اسی لیے بھی ہے کہ انھوں نے اپنے معیار کو بلند ہی رکھا۔ سوالات کا معیار ایک جیسا ہوتا تو وہ دلچسپی کبھی نہ ہوتی جو ہونا چاہیے تھی۔ شفیع عقیل کے دیباچہ میں شورش کاشمیری کے خط کا عکس بھی شامل ہے جس میں انھوں نے شفیع عقیل کے اسلوب کی تعریف کرتے ہوئے لکھا کہ:

"جہاں تک حسنِ بیان کا تعلق ہے۔ وہ تو شفیع عقیل کے خاصہ عنبر شامہ کی خلقی خصوصیت ہے لیکن "ترقی پسند" فن کاروں کو داد دیجیے کہ طوطے کی رٹ سے اِدھر اُدھر نہیں ہوتے۔"(۱۶)

تحریر
مجلہ زبان وادب
جلد۱۰ شمارہ۱، ۲۰۲۳ء

شورش نے جہاں شفیع عقیل کے اسلوب کی تعریف کی وہی انھوں نے ترقی پسند کے بعض فن کاروں کو بھی آڑے ہاتھوں لیا۔ بعض تو انٹرویو میں وہی روائتی سوالات اور لگے بندھے جوابات کو شامل کرتے ہیں۔ مگر شفیع عقیل کی سوچ اور فکر ان سب سے الگ ہے۔ روائتی انداز میں انٹرویوز کچھ اس طرح کے ہوتے۔ اس روائتی انداز کو شورش نے اپنی کتاب میں شامل کیا:

سوال: آپ کے نزدیک سب سے بڑا نقاد کون ہے؟

جواب: ممتاز حسین

سوال: شاعر

جواب: فیض

سوال: افسانہ نگار

جواب: قاسمی

سوال: صحافی

جواب: ظہیر بابر

سوال: لیڈر؟

جواب: میاں افتخار الدین

اب اس روائتی انداز میں یہ بات قاری کو مشکل میں ڈال دیتی ہے کہ آیا انٹرویو دینے والا کس فن پارے سے تعلق رکھا ہے۔ شفیع عقیل کے انٹرویو جامع اور مفصل اس لیے بھی ہیں کہ انھوں نے آغاز میں تعارفی خاکہ اور بعد ازاں سوالات کی خوبصورت ترتیب نے ان کے انٹرویوز کو کامیاب بنایا۔ ان کے انٹرویو میں ایک خاص بات جو میں نے دورانِ مطالعہ محسوس کی۔ وہ یہ ہے کہ انھوں نے جس شخصیت سے جن فن پارہ پر سوال کیا وہ بڑا مفصل اور جامع رہا اور ان سوالات کے جوابات بھی ان تفصیل سے شامل ہیں۔ نہ تو شفیع عقیل نے اشارہ میں سوال کیا اور نہ جواب دینے والے نے اشارہ میں جواب دیا، بلکہ انھوں نے بھی تفصیل سے اپنے نظریہ کو بیان کیا ہے۔ شفیع عقیل نے اپنی کتاب کے آغاز ہی صفحات میں ان تمام شخصیات کی تصاویر شامل کی ہیں۔ جس جس کی تصویر اس وقت دستیاب ہوئی۔ انھوں نے اس کو کتاب کے صفحہ میں شامل کر دیا۔

تحریر
مجلہ زبان وادب
جلد۱۰شمارہ۰۱، ۲۰۲۳

شفیع عقیل کے اسلوب کی خوبصورت کے لیے وہ سوال پیش کیا جاتا ہے۔ جس میں ان کے سوالات کی نوعیت کا اندازہ ہوسکتا ہے:

> ”سوال: اکثر لوگوں کی رائے ہے کہ ہماری تنقید اپنا صحیح کردار ادا نہیں کر ہی۔ نقاد یا تو کسی کی تعریف کرتے ہیں یا پھر تنقیص۔ آپ کی کیارائے ہے۔“(۱۷)

اب اس طرح کے سوالات سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شفیع عقیل نے بڑی دلچسپی سے سوالات کیے اور جو انھوں نے جواب دیے۔ ان تمام جوابات کو تفصیل سے شامل کیا۔ ان کی دیگر کتب کا بھی مطالعہ کریں تو ان کا اسلوب بھی سادہ اور عام فہم نظر آئے گا۔ تاکہ ہر قاری ان کی تصنیف کا مطالعہ کرسکے۔ اور اس تصنیف کا مفہوم اور مصور کو بآسانی سمجھ سکے۔

حوالہ جات

۱۔ شفیع عقیل: ”ادب اور ادبی مکالمے“ اکادمی بازیافت، ۲۰۰۲ء، ص ۱۰
۲۔ ایضاً
۳۔ ایضاً، ص ۱۱
۴۔ ایضاً، ص ۱۴
۵۔ ایضاً
۶۔ ایضاً، ص ۵۲
۷۔ ایضاً، ص ۸۶
۸۔ ایضاً، ص ۱۲۸
۹۔ ایضاً، ص ۲۵۵
10. https://hamariweb,com,Dated,12.2022,time,11:00pm

تحریر
مجلہ زبان و ادب
جلد ۱۰ شمارہ ۰۱، ۲۰۲۳

۱۱۔ ایضاً، ص ۲۴۷

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۵

۱۳۔ ایضاً، ص ۶۴

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۶۷

۱۵۔ ایضاً، ص ۱۲

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۲۔۱۳

۱۷۔ ایضاً، ص ۸۷